© rasailojaraid.com

کلیدی خطبہ

فہمِ قرآن میں مقاصد کا حصّہ

محمد نجات اللہ صدیقی

قرآن کریم کو سمجھنے میں عربی زبان وادب، لغت اور قواعد کی نیز متن کے فہم کے دوسرے اصول مثلاً نظم وربط اور عدم تناقض وغیرہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اس اہمیت پر خاصا لٹریچر بھی موجود ہے اور تفسیر کی کتابیں بھی اس پر گواہ ہیں۔ اس وقت آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا ہے کہ اس کام میں اسلام کے ان مقاصد سے بھی مدد مل سکتی ہے جنھیں خود قرآنِ کریم سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے سمجھا گیا ہو۔

وضاحت کے لیے ایک مثال دی جائے گی، مگر اس سے پہلے یہ کہنا کہ قرآن فہمی محض علمی کام نہیں، تطبیق کا مرحلہ بھی سامنے رہتا ہے، سمجھنا عمل پیرا ہونے کی خاطر ہے اور بسا اوقات اس عمل کا تعلق انفرادی رویہ سے نہیں بلکہ پبلک پالیسی سے ہوتا ہے جیسا کہ آگے دی گئی مثال میں ہے۔ مسئلہ یا مشکلہ یہ ہے کہ ساتویں صدی میں ایک انسانی زبان میں ملی الٰہی ہدایت کی اکیسویں صدی میں تطبیق اور عمل پیرائی میں لغت اور سماجی، ماحولیاتی اور تکنیکی سیاق کے پہلو بہ پہلو مقاصد کو کتنا دخل ہے؟

زکوٰۃ اور ازالۂ فقر

مکی دور میں ہی یہ بات واضح تھی کہ سماجی دولت کا ایک حصہ ان لوگوں کا حق ہے جو دولت سے محروم رہ گئے ہوں۔ مسلمانوں کی صفت بیان ہوئی:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالَّذِيْنَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ . لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ. (المعارج: ۲۴-۲۵)

اور وہ لوگ جن کے اموال میں سائل اور محتاج کے لیے ایک مقررہ حق ہے۔

وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ . (الذاریات:۱۹)

اور ان کے اموال میں سائل اور محتاج کا ایک حق ہے۔

آخر میں یہ آیت آئی:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (توبہ:۶۰)

صدقات صرف فقیروں، مسکینوں، صدقات (کی تحصیل وتقسیم) پر مامور عمال اور ان لوگوں کے لیے ہیں جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو۔ نیز یہ گردنیں چھڑانے کے لیے، مقروض افراد کے لیے، راہِ خدا میں صرف کرنے کے لیے اور مسافروں کے لیے ہیں۔

حق کو حق دار تک پہنچانے کے طریقے زمان ومکان کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ایسی اسکیمیں چلائی جاسکتی ہیں جن کے تحت غریبوں کو تعلیم اور ٹریننگ کے ذریعہ قابلِ کار بنایا جائے، ان کو روزگار ملے اور بالآخر وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک زکوٰۃ کی مد سے ایسی اسکیمیں نہیں چلائی جاسکتیں کیوں کہ متن میں حرف لام تملیک کے لیے ہے۔ مستحقِ زکوٰۃ کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنانا ضروری ہے۔ زکوٰۃ فنڈ سے چلائی جانے والی رفاہی اسکیموں میں تملیک کی شرط نہیں پوری ہوتی۔

مشہور حدیث ہے کہ جب نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو منجملہ اور باتوں کے ان سے یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کو بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے اموال میں صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے امیروں سے لیا جائے گا اور ان کے غریبوں کو لوٹا دیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، حدیث نمبر ۱۳۹۵) اس حدیث میں حرف علیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استعمال ہوا ہے۔ یہی حال بخاری اور مسلم کی بیش تر روایات کا ہے۔ مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۲۹ میں فی استعمال ہوا ہے۔ ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر ۱۵۸۴ میں بھی حرف فی استعمال ہوا ہے۔ نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ کی بعض روایات میں بھی فی استعمال ہوا ہے۔ جملہ نصوص کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شارع کا اصل منشا مال کے ایک حصّہ کی امیروں سے غریبوں کی طرف منتقلی ہے، اس منتقلی کے کسی خاص طریقہ پر اصرار نہیں۔

جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی نے سورہ توبہ آیت ۶۰ کی تفسیر میں لکھا ہے، حرف لام لازماً تملیک کے لیے نہیں آتا بلکہ متعدد معانی کے لیے آتا ہے اور ان سب معانی کے لیے یہ خود قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ مگر جیسا کہ آپ جانتے ہیں بعض فقہاء کو تملیک ذاتی پر اصرار ہے۔ مذکورہ بالا اسکیم کے حامی یقین دلاتے ہیں کہ غریبوں کی حاجت روائی، ان کے فقر کے ازالہ اور بالآخر ان کو سماجی امداد (بشمولِ زکاۃ) سے مستغنی کرنے کے لیے تملیک ذاتی کے بالمقابل یہ اسکیمیں زیادہ مفید ہیں۔ مگر یہ حضرات نص کی پابندی کا عذر پیش کرتے ہوئے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

اس مختصر نوٹ میں اس مسئلہ کی تنقیح نہیں مقصود۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس اختلاف کو حل کرنے میں ہمیں لغت سے آگے بڑھ کر مقاصد کا سہارا لینا ضروری ہے۔ مقاصد کسی حد تک تو ان مکی آیات سے واضح ہوئے جو اوپر نقل کی جا چکی ہیں اور کچھ اس بارے میں آنے والی حدیثوں سے واضح ہوتے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ معاش اور مال کے بارے میں قرآن و سنّت کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامِ حیات کا ذریعہ بنایا ہے اور یہ چاہا ہے کہ جینے کے ذرائع سبھی کو میسّر رہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ غریب کی زندگی کی گاڑی بھی چلتی رہے۔

آخر میں مسئلہ کی نوعیت کے بارے میں بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات جاننے اور سمجھنے کے لیے زبان، لغت، قواعد، وغیرہ کی اہمیت مسلّم ہے۔ مگر یہ انسانی آلات منشاء الٰہی کے احاطہ میں ایک حد تک ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں جب کہ زمان و مکان کی تبدیلی ہمیں نئے مسائل اور نئے امکانات دونوں کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے صرف انہی پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انحصار مناسب نہیں جب کہ منشاء الٰہی کی دریافت کے دوسرے ذرائع بھی میسّر ہیں۔ مقاصد بھی اس کام میں بڑی مدد کرسکتے ہیں۔ اس مدد کی ضرورت زندگی کے ان دائروں میں زیادہ ہے جو زمان ومکان کی تبدیلی سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں مثلاً سیاسی، معاشی اور معاشرتی امور۔

مقاصدی فہم پر بھی وہی اعتراض کیا جاسکتا ہے جو مقاصدی اجتہاد پر کیا جاتا ہے۔ مقاصدی اجتہاد یا مقاصدی فہم میں وہ قطعیت نہیں پائی جاسکتی جو لغت اور قواعد وغیرہ پر یا منقطی قیاس پر مبنی اجتہاد یا فہم میں پائی جاتی ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ مقاصد استقراء کے طریقہ سے سمجھے جاتے ہیں جو کبھی قطعی الثبوت نہیں ہوسکتا۔ اگر مقاصدی فہم کا چلن عام ہوا تو فکر وعمل میں اختلاف کے دروازے کھل جائیں گے۔

ہمیں اس طرز فکر سے اتفاق نہیں۔ ہدایاتِ الٰہی کی تعبیر کا بے لچک ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں۔ جہاں خود انسانی زندگی قطعیت نہ برداشت کرسکتی ہو وہاں قطعیت کی تلاش غیر فطری ہے۔ جہاں انسانی فطرت لچک اور توسّع کی طالب ہو وہاں بے لچک قطعیّت کی تلاش سے شدّت پسندی پیدا ہوتی ہے، جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ زمانۂ حال میں ایسا بھی دیکھا گیا کہ دین کی متشدّدانہ تعبیر پر اصرار تشدّد برتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ دین کے نام پر تشدّد آج اسلام اور مسلمانوں کے لیے وبال بن چکا ہے جس کی تہمت اور حقیقت دونوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com